قسط: 2

نکاح کا اسلامی نظریہ

تصنیف: میاں انوار اللہ　　　تہذیب وتقدیم: عبدالوھاب خان

نکاح کے عام مقاصد:

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا { **تنکح المرأة لاربع: لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها، فاظفر بذات الدين تر بت يداك**} ''عام طور پر عورت سے نکاح میں چار باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے: مال، حسب ونسب، حسن وجمال یا دینداری۔ پس مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ دینداری کے وصف کو خوب مدنظر رکھ کر کامرانی سے سرشار ہوں۔'' بصورت دیگر ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا کا سامنا ہوگا: ''تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔'' [بخاری ۹/۳۵ باب الأكفاء في الدين، مسلم حديث نمبر ١٤٦٦]

(۳) بیوی کا مہر ادا کرنا شرعی فریضہ ہے۔

﴿ **واتوا النساء صدقاتهن نحلة** ﴾ (النساء: ٤) ''اور اپنی بیویوں کو ان کا حق مہر بخوشی ادا کیا کرو''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی الله عنهما، عائشہ صدیقہ رضی الله عنها، مقاتل، قتادہ اور ابن جریج رحمهم الله اور دیگر مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں مہر کی ادائیگی کا حکم ہے، جس کی تعمیل فرض ہے۔

مفسر ابن زیدؒ نے بیان کیا ہے کہ حق مہر کی تعیین کا جھوٹ اور ناحق ہونا بالکل غیر مناسب ہے۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں: ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد پر فرض ہے کہ بیوی کو مقرر کردہ حق مہر ادا کردے۔ (تفسير القرآن العظيم: ١/ ٦٠٠)

اللہ عزوجل کے فرمان ﴿ **فما استمتعتم به منهن فاٰتوهن اجورهن فريضة** ﴾ [النساء/ ٢٤] کے تحت جس عورت سے نکاح کر کے صحبت وتلذذ کا فائدہ اٹھایا جا چکا ہے، اس کو مقرر شدہ حق مہر پورا پورا ادا کرنا فرض ہے۔

ہاں ﴿ **ولا جناح عليكم فيما تراضيتم به من بعد الفريضة** ﴾ [النساء/ ٢٤] کی رُو سے عورت کو برضا ورغبت اپنے حق مہر کی وصولی میں رعایت دینے، کمی کرنے یا معاف کرنے کا، اور اسی طرح مرد کو مقرر شدہ حد سے زائد دینے کا اختیار حاصل ہے۔

اگر کسی نے غلط رسم ورواج کی تقلید کرتے ہوئے مہر ادا نہ کیا تو یہ اس کے ذمہ قرض رہے گا، جو اس کی موت پر ادا کرنے کے بعد ہی وراثت کی تقسیم عمل میں آئے گی۔

(۴) صحت نکاح کے لئے عورت کے ولی کی اجازت شرط ہے۔

قرآن پاک میں نکاح کے سلسلے میں مرد سے بلاواسطہ خطاب کیا گیا ہے۔یعنی نَکَحَ یَنْکِحُ نِکَاحًا کا صیغہ استعمال ہوا ہے، جس کا ایک ہی مفعول ہوتا ہے۔جبکہ عورت کے نکاح کا ذکر ہمیشہ اس کے ولی کی وساطت سے کیا گیا ہے اور صیغہ اَنْکَحَ یُنْکِحُ اِنْکَاحًا استعمال ہوا ہے، جس سے عقد نکاح کے لئے عورت کے ولی کی اہمیت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔جیسے: ﴿ وأنكحوا الايامٰى منكم ﴾(النور:۳۲)''اے ولیو! تم میں سے جتنی بلا خاوند عورتیں ہیں، ان کا نکاح کرادو۔'' اَیامٰی جمع ہے(اَیِّم) کی، اس میں بالغہ کنواریاں، طلاق یافتہ اور بیوہ سبھی شامل ہیں۔﴿ ولا تُنكِحُوا المشركين حتىٰ يؤمنوا ﴾''اے ولیو! (اپنی بیٹی، بہن وغیرہ کا) مشرکوں سے نکاح نہ کراؤ یہاں تک کہ وہ ایمان قبول کرلیں۔''[البقرة/۲۲۱] اس آیت کے حکم میں بھی تمام قسم کی عورتیں شامل ہیں۔

قرآن مجید میں صرف ایک جگہ فعل نکاح کو عورت کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔یعنی ﴿حتىٰ تنكِحَ زوجاً غيرَه ﴾[البقرة/۲۳۰] اور یہاں بالاتفاق ''عقدِ نکاح'' مراد نہیں ہے۔

لہٰذا قرآن مجید سے ولی کے بغیر کسی مسلمان عورت کے نکاح کا تصور نہیں ملتا، خواہ عورت ثیبہ ہو یا باکرہ۔

اسی طرح خاتم النبیین صلی الله علیه وآله وسلم نے بھی ولی کے بغیر عورت کے نکاح کو باطل قرار دیا ہے۔

(عن ابی موسی ﷺ قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم : لا نكاح الا بولي) ''ولی کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا۔'' [مسند احمد ۴/۳۹۴، ۴۱۳، ۴۱۸، ابو داؤد ۲/۵۶۸، ترمذی ۳/۴۰۷ وقال : الموصول عندی اصح ۳/۴۰۹، سنن الدارمی ۲/۱۸۵، ابن ماجه ۱/۶۰۵] اس حدیث کو امام ذہلی، علی بن المدینی، بخاری، ابن حبان، حاکم، بیہقی اور البانی رحمة الله عليهم نے صحیح قرار دیا ہے۔[دیکھئے فتح الباری ۹/۸۹، سبل السلام ۳/۱۵۸، سنن الدارمی ۲/۱۸۵]

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم { ايما امرأة نكحت بغير اذن مواليها فنكاحها باطل، فنكاحها باطل، فنكاحها باطل} ''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح

باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔'' [ابو داؤد ۲/۵٦٦-۵٦۸، ترمذی ۳/۴۰۷ وقال هذا حدیث حسن، ابن ماجه ۱/۶۰۵، دارمی ۲/۱۸۵] اُسے امام یحیٰ بن معینؒ وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔ [سبل السلام ۳/۱۵۹] البانی نے بھی صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع ۲/۳۹۳]

ہاں ایک صحیح حدیث میں ''طلاق یافتہ یا بیوہ'' عورت سے اجازت نکاح لینے کی اہمیت جتاتے ہوئے فرمایا گیا:

{الثيب احق بنفسها من وليها} [صحیح مسلم ۹/۲۰۵ حدیث نمبر ۶۶-۶۸] یعنی ''ثیبہ عورت کو اپنے شریک حیات کے انتخاب کا حق اس کے اپنے ولی سے بھی بڑھ کر ہے۔''

کتاب وسنت کے عمومی نصوص کی روشنی میں اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ ولی اپنی بیٹی، بہن وغیرہ کو اس کے سابقہ تجربے کی روشنی میں منگنی قبول یا رد کرنے کا پورا حق دے اور اُس کے اِس حق کو اپنی صوابدید پر مقدم رکھے، اس کے نکاح کو ذاتی انا کا مسئلہ نہ بنائے۔ بلکہ حقوق نسواں کے اس بنیادی شرعی ضابطے کے تحت خود ہی اس کا نکاح منعقد کروائے۔

﴿واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف﴾ ''اور جب تم عورتوں کو طلاق دیں، پھر ان کی عدت پوری ہو جائے تو (اے ولیو!) تم اپنی زیر ولایت مطلقہ کو اپنے سابقہ خاوند سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ آپس میں بھلائی کے ساتھ تجدید نکاح پر راضی ہو جائیں۔'' [البقرة/۲۳۲] حضرت معقل بن یسارؓ نے اپنا حق ولایت استعمال کر کے اپنی طلاق یافتہ بہنؓ کا اپنے سابقہ بہنوئیؓ سے نکاح کرانے سے انکار کرتے ہوئے قسم اٹھایا تھا۔ جبکہ اس کی بہن خود بھی دوبارہ نکاح چاہتی تھی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہوں نے حکم الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اس کا نکاح کروادیا۔ [صحیح البخاری کتاب النکاح، باب ۳۶ مع الفتح ۹/۸۹]

یہاں بحکم الٰہی ثیبہ کے نکاح کے معاملے میں ولی نے اپنے ذاتی رجحان پر ثیبہ کی رغبت کو مقدم رکھا اور انا کا مسئلہ بنائے بغیر اس کا نکاح کرایا۔ یہی مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کا بھی تقاضا ہے۔

اس طرح قرآن وحدیث کی روشنی میں عورت کے لیے ولی کے بغیر جوازِ نکاح کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ الحمد لله

لیکن بعض علماء مذکورہ بالا تمام آیات واحادیث کو نظر انداز کر کے صرف حدیث مذکورہ کے ظاہری معنی سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کے صحیح ہونے کا استدلال کرتے ہیں۔ اور فقہ حنفی کے فتاویٰ کی رو سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کا عائلی قانون بھی اس ماڈرن مغربی فیشن کی سرپرستی کرتا ہے کہ نوجوان لڑکی کالج سے گھر نہ لوٹی، بھی افراد خانہ شرمسار، پریشان

وسرگرداں ہوگئے۔ اگلے دنوں جج صاحب کی طرف سے اطلاع ملتی ہے کہ آپ کی لڑکی نے اپنے فلان بوائے فرینڈ کے ساتھ فاضل عدالت کے روبرو عقد نکاح باندھ لیا ہے۔ العیاذ باللہ

(۵) بیویوں سے حسن معاشرت کا حکم

مرد کو چاہئے کہ قرآن وحدیث کے پیش کردہ ہدایات کی روشنی میں ہی نکاح کرلے، پھر بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور پیار ومحبت کے ساتھ اسے گھر میں بسائے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ پاک کا فرمان ہے: ﴿ **وعاشروهن بالمعروف** ﴾ ''اوران کے ساتھ بھلائی سے زندگی گزارو۔'' [النساء/۱۲۹]

اورصاحب اسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: (**استوصوا بالنساء خیرا**) ''عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کوقبول کرو۔'' [بخاری ۶/۲۶۱، مسلم حدیث نمبر ۱۴۶۸] اور یہی نصیحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے **خطبہ حجۃ الوداع** میں باقاعدہ تاکید کے ساتھ بیان فرمائی۔

''**حسن معاشرت**'' کے لیے ضروری ہے کہ دونوں فریق اپنے ''**فرائض**'' کی بجا آوری کا اتنا خیال رکھیں کہ کسی فریق کے لئے اپنے ''**حقوق**'' کے مطالبے کی نوبت ہی نہ آئے۔ کیونکہ میاں کے فرائض ہی بیوی کے حقوق ہیں، اور بیوی کے فرائض ہی شوہر کے حقوق۔ اللہ رب العالمین نے ارشادفرمایا: ﴿ **ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة والله عزيز حكيم** ۞﴾ ''اوران بیویوں کے لئے اپنے خاوندوں کے ذمے ایسے ہی حقوق ہیں، جیسے ان کے ذمہ فرائض ہیں بھلائی کے ساتھ۔ اور مردوں کوان عورتوں پر بلند درجہ حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ خوب غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔'' [البقرة ۲۲۸]

حجۃ الوداع کا خطبہ نبوی **حقوق انسانی** کا لازوال **عالمی منشور** ہے۔ اس میں یہ دفعہ بھی شامل ہے: (**فاتقوا الله في النساء فإنكم أخذتموهن بأمان الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله ولكم عليهن أن لا يوطئن فرشكم أحدا تكرهونه فإن فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غير مبرح ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف**) ''عورتوں سے متعلق اللہ تعالیٰ کا خوف کرو، بیشک تم لوگوں نے انہیں اللہ پاک کی امانت کے طور پرلیا ہے اور تم نے کلام الٰہی کے ذریعے ان کی شرمگاہوں کوحلال کرلیا ہے۔ اوران کے ذمے تمہاراحق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو بیٹھنے نہ دیں جسے تم ناپسند کرتے ہوں، اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو انہیں اس طرح مارو جوسخت تکلیف دہ نہ ہو۔ اور تمہارے ذمے ان کا حق یہ ہے کہ تم غذا اور لباس وغیرہ کے اخراجات بھلائی کے ساتھ انہیں فراہم کرتے رہو۔'' [مسلم

کتاب الحج حدیث ۱٤۷ عن جابر ۱۸۳/۸-۱۸٤]

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ہماری بیویوں کے حقوق ہمارے ذمے کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:(أن تطعمها إذا طعمت وتكسوها إذا اكتسيت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر إلا في البيت) '' جب تو کھائے تو اس کو بھی کھلا، جب تو پہنے تو اس کو بھی لباس پہنا، اور کبھی تھپڑ نہ مارنا اور کبھی بدزبانی وبددعا نہ کرنا اور کبھی ان سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑے تو گھر میں رکھ کر ہی جدائی اختیار کرنا''۔ [ابوداؤد (۲۱٤۲) ۲/۶۰۶، احمد ٤/٤٤۶، ابن ماجه ۱/۵۹۳]

(٦) بیوی کی پرورش اور علاج وغیرہ کے تمام اخراجات خاوند کے ذمے ہیں۔

﴿الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض و بما أنفقوا من أموالهم﴾(النساء:۳٤) امام ابن کثیرؒ کہتے ہیں: افرادخانہ میں سے مرد کو نگہبانی اور نگرانی کے فرائض کے لیے متعین فرمایا گیا۔اور اس اقتدار کا ایک اہم سبب یہ بیان کیا گیا کہ حق مہر اور دیگر تمام اخراجات کی ادائیگی مرد پر لازم ہے۔جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث میں بھی گزر چکا ہے۔

امام خطابیؒ نے مذکورہ بالا حدیث:(أن تطعمها إذا طعمت وتكسوها إذا اكتسيت) کی شرح میں کہا ہے: ''خاوند پر واجب ہے کہ اپنے معیار کے مطابق بیوی کے اخراجات ادا کرے۔جب اس کی کفالت کو نبی کریم ﷺ نے خاوند پر فرض قرار دیا، تو یہ بہر صورت خاوند کے ذمے ہے، خواہ وہ ساتھ اقامت پذیر ہو خواہ غائب ہو۔جس وقت خاوند اپنی تنگدستی کی وجہ سے اس کی کفالت نہ کر سکے تو دیگر تمام لازمی حقوق کی طرح بیوی بچوں کے اخراجات بھی اس کے ذمے قرض رہیں گے، یہاں تک کہ اسے ادا کر دیا جائے۔''(معالم السنن ۲/۶۰۶)

علمائے اسلام نے شرعی وراثت کی تقسیم میں﴿ للذكر مثل حظ الأنثيين ﴾کی حکمت میں بھی یہی بیان کیا ہے کہ مرد اپنی بیوی بچوں اور دیگر افراد خاندان کی کفالت کا ذمہ دار ہے، جبکہ عورت پر اس طرح کے مالی حقوق لازم نہیں ہوتے۔اس وجہ سے اس کے لئے وراثت میں اپنے ہم پلہ مرد کا نصف حصہ مقرر کیا گیا ہے۔کیونکہ اس پر کسی کی کفالت کی ذمہ داری نہیں لگائی گئی۔